تقریر

تقریر بابت سیرۃ النبیؐ
وقت 5-7 منٹ

غزوات میں آنحضرتؐ کے لازوال اخلاقی نمونے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ (آل عمران:160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لا محال
صفات جمال اور صفات جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیکَ الصّلوٰۃُ عَلَیکَ السّلام

(بخارِ دل)

معزز سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ میں بھی اعلیٰ ترین اخلاق کے ایسے لازوال نمونے قائم فرمائے جن کی مثال تاریخ عالَم میں نہیں ملتی۔ جہاں تک غزوہ کی بات ہے تو پہلے اس تعلق سے کچھ غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وضاحت کے لیے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

"غزوہ یا سریہ سے بعض لوگ غلطی سے جنگ مراد لے لیتے ہیں لیکن یہ خیال لاعلمی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ غزوہ سے مراد محض ایسی مہم ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔ خواہ لڑائی ہو، چور ڈاکو کا تعاقب ہو یا دیکھ بھال کے لئے کوئی پارٹی باہر جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سریّہ سے مراد بھی مہمات ہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سریّہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں ہوئے۔ اس کے علاوہ تبلیغی سفر بھی غزوہ اور سریّہ میں شمار ہوتے ہیں اور کسی صحابی کی انفرادی مہم بھی سریّہ ہی کہلاتی ہے۔ چنانچہ اُس دَور میں کل پچاس غزوات و سرایا ہوئے جن میں سے جنگ کہلانے کے مستحق صرف تین ہیں: جنگِ اُحد، جنگ بدر اور جنگِ احزاب"

(مذہب کے نام پر خون صفحہ 47)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہونے والے معرکے معمولی نوعیت کے نہیں تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "مکارمِ اخلاق" کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمایا تھا، اس لیے عملی میدان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر گوشے میں اعلیٰ اخلاقی نمونے قائم فرمائے۔ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے علاوہ اور بھی رہنما ظاہر ہوئے ہیں۔ بعض رہنماؤں کے پیروکاروں کی تعداد آج بھی بہت زیادہ ہے، مگر زندگی کے ہر میدان میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ایسی مثال کسی دوسرے مذہبی رہنما میں نظر نہیں آتی جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں ملتی ہے۔

جنگوں میں دشمنوں کا سامنا ہوتا ہے اور دونوں فریق ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جنگ کا انجام یہ بتاتا ہے کہ کس فریق کا پلڑا بھاری رہا، کتنی جانیں ضائع ہوئیں اور کتنا جانی ومالی نقصان ہوا۔ اس کے بعد یہ امر بھی اہمیت رکھتا ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اور اس کے ساتھ کس قسم کا معاملہ روا رکھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "رحمۃٌ للعالمین" قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وعالَم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، زحمت کے لیے نہیں۔ جبکہ جنگوں کی صورت زحمت کی ہوتی ہے۔ اس لیے سب سے پہلی سیرت آپؐ کی جنگوں کے حوالے سے ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ آپ جنگوں کو ٹالنے کی کوشش فرماتے چنانچہ اسی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنگ سے بچنے کی بھی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ جب تک کہ آپؐ پر مدینہ میں آکر جنگ ٹھونسی نہیں گئی۔ پھر بہر حال اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دفاع میں جنگ کرنی پڑی۔ لیکن وہاں بھی کیا حکم تھا کہ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (البقرۃ: آیت 191) کہ اے مسلمانو! لڑو اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اپنے پر نازل ہونے والی شریعت پر عمل کرنے والے تھے۔"

(اسلام اور آزادی ضمیر صفحہ 16-17)

تاہم آمنے سامنے جنگوں کا موقع آیا تو بھی جنگوں میں تنظیمی صلاحیتوں کے جوہر بھی نکھر کر آنے لگے۔ چنانچہ اسی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

"پھر لڑائیاں شروع ہوئیں تو ان میں آپؐ نے غیر معمولی بہادری کا ثبوت دیا۔ اگر آپؐ حکومت ملنے سے پہلے فوت ہو جاتے تو لوگ سمجھتے کہ آپؐ کمزور تھے۔ اس لئے آپؐ نے دکھوں کو برداشت کر لیا مگر حکومت ملنے کے بعد آپؐ نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ میرا معاف کرنا کمزوری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وسعتِ حوصلہ کی وجہ سے تھا۔ آپؐ جب مدینہ تشریف لے گئے تو مکّہ والوں نے اپنی ذلّت محسوس کر کے آپ کے چاروں طرف لشکر پھیلانے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے آپ کو بھی ان کے مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا لیکن ان لڑائیوں میں بھی آپؐ نے بے مثال نمونہ قائم فرمایا۔ بڑے بڑے بادشاہ بھی شب خون مار لیتے ہیں لیکن آپؐ نے کبھی شب خون نہیں مارا۔ آپؐ کی غیر معمولی ذہانت کا ایک بڑا نمونہ اس میں ملتا ہے کہ آپؐ نے آٹھ سال تک لڑائیاں کیں اور درجنوں کیں مگر ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملہ کیا ہو اور کفار کو پتہ لگ گیا ہو اور ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جب کفار نے حملہ کیا ہو اور آپؐ کو پہلے پتہ نہ لگ گیا ہو۔ کتنی بڑی ذہانت ہے۔ کتنی بڑی ہوشیاری ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کفار نے خود حملہ کی تیاریاں کیں اور آپؐ کو پتہ لگ گیا۔ بنی مصطلق نے ایک لشکر تیار کیا اور جنگی تیاریاں مکمل کر لیں تا کہ آپؐ پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دس بارہ منزل پر تھے مگر وہ تو ابھی تیاریوں میں مشغول تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی مصطلق پر اس حالت میں حملہ آور ہو گئے کہ ان کی عورتیں ابھی آٹا گوندھ رہی تھیں اور ان کو اس حملے کا خیال تک نہ تھا۔ پھر آپؐ جب فتح مکہ کے لئے گئے تو آپؐ کا یہ جانا ایسا اچانک تھا کہ کفار نے دور سے لشکر دیکھ کر ابوسفیان سے پوچھا کہ یہ کہیں اسلامی لشکر تو نہیں؟۔ ابوسفیان نے کہا۔ مَیں تو ابھی مدینہ سے آرہا ہوں ان کی تو حملہ کی کوئی تیاری ہی نہیں تھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ اسلامی لشکر ہو لیکن ابوسفیان ابھی باتیں ہی کر رہا تھا کہ اسلامی سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ مکّہ والے اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ابوسفیان مدینہ گیا ہوا ہے ابھی لڑائی کہاں ہو سکتی ہے۔ مگر دوسرے ہی دن ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں داخل ہو گئے۔ غرض آٹھ سال کی درجنوں لڑائیوں میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ آپؐ نے حملہ کیا ہو اور دشمن کو پہلے پتہ لگ گیا ہو یا دشمن نے حملہ کیا ہو اور آپؐ کو پہلے پتہ نہ لگ گیا ہو۔ اس کی مثال نہ دنیاوی تاریخوں میں ملتی ہے اور نہ مذہبی تاریخوں میں ملتی ہے"

(تفسیر کبیر جلد 15 صفحہ 144-145)

جنگوں کا جب موقع ہوتا ہے تو ایک فریق مدِ مقابل کے دوسرے فریق کو نیچا دکھانے کے لیے یا شکست دینے کے لیے کچھ بھی کر گزرتے ہیں یہاں تک کہ انسانی قدروں کی پامالی بھی کر دی جاتی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسی لاپرواہی نہیں ہے۔ غزوات میں آپؐ نے انسانی قدروں کی پامال نہیں کیا سیرت کے اس پہلو کا ذکر کرتے ہوئے غزوہ بدر کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"جنگ بدر کے موقع پر جس جگہ اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہیں تھی۔ اس پر حباب بن منذر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جہاں آپؐ نے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ منتخب کی ہے۔ آیا یہ کسی خدائی الہام کے ماتحت ہے؟۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے؟ یا یہ جگہ آپؐ نے خود پسند کی ہے، آپؐ کا خیال ہے کہ فوجی تدبیر کے طور پر یہ جگہ اچھی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو محض جنگی حکمتِ عملی کے باعث میرا خیال تھا کہ یہ جگہ بہتر ہے، اونچی جگہ ہے تو انہوں نے عرض کی کہ یہ مناسب جگہ نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو لے کر چلیں اور پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیں۔ وہاں ایک حوض بنالیں گے اور پھر جنگ کریں گے۔ اس صورت میں ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی پینے کے لئے نہیں ملے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے چلو تمہاری رائے مان لیتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ چل پڑے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد قریش کے چند لوگ پانی پینے اس حوض پر آئے تو صحابہ نے روکنے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا: نہیں! ان کو پانی لے لینے دو۔ تو یہ ہے اعلیٰ معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا کہ باوجود اس کے کہ دشمن نے کچھ عرصہ پہلے مسلمانوں کے بچوں تک کا دانہ پانی بند کیا ہوا تھا۔ لیکن آپؐ نے اس سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے دشمن کی فوج کے سپاہیوں کو جو پانی کے تالاب، چشمے تک پانی لینے کے لئے آئے تھے اور جس پر آپؐ کا تصرّف تھا، آپ کے قبضے میں تھا، انہیں پانی لینے سے نہ روکا۔ کیونکہ یہ اخلاقی ضابطوں سے گری ہوئی حرکت تھی۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 133۔134)

سامعین! یہ تو غیروں، یعنی دشمنوں کے ساتھ انسانی قدروں کے حوالے سے حسنِ سلوک کی مثال تھی۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دوست احباب بھی تھے، جن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیڈر اور کمانڈر تھے۔ ایک کمانڈر کا کام صرف رہنمائی اور نگرانی کرنا ہی نہیں ہوتا، بلکہ اپنے ساتھیوں کی دلداری کرنی بھی ہوتی ہے۔ اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جنگی ساتھیوں کی کس طرح دلداری فرمایا کرتے تھے، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب میں خندق کھودنے کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ مٹی لے جاتے ہوئے دیکھا اور مٹی نے آپ کی پیٹ کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا۔ یعنی کام کر کر کے مٹی بھی گر رہی ہوگی تو مسلمانوں کی تعداد کم تھی ایک ایک آدمی کی بڑی اہمیت تھی، کام کی زیادتی بھی تھی ایک تو یہ کہ آپؐ کی طبیعت میں یہ تھا کہ عام مسلمانوں کی طرح میں بھی ہر کام میں حصّہ لوں۔ دوسرے اس وقت میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ آپؐ پیچھے رہتے کہ صرف نگرانی کریں۔ بلکہ آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ سارے کام سرانجام دیئے۔"

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 483)

جب فاتح کی حیثیت سے آپؐ داخل ہوتے تو آپؐ کا کیا حال ہوتا ہے، اسکا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکّہ میں داخل ہوئے وہ دن آپؐ کے لئے بہت خوشی اور مسرّت اور عظمت کے اظہار کا دن تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ان فضلوں کے اظہار پر خدا کی راہ میں بچھے جاتے تھے۔ خدا نے جتنا بلند کیا آپؐ انکساری میں اور بڑھتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب مکّہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوے سے جالگا۔ جس کجاوہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کے آگے ابھرے ہوئے حصّے سے جالگا اور اللہ تعالیٰ کے نشانوں پر اس کی حمد و ثنا میں مشغول تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں: علوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے، یعنی بلندی اور اعلیٰ مقام "وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علوّ استکبار سے ملا ہوا تھا یعنی شیطان کی بلندی تکبّر میں ہوتی ہے۔"

دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح ان مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکّہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا جب آپؐ نے دیکھا کہ مَیں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپؐ نے سجدہ کیا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 404 حاشیہ جدید ایڈیشن)

پس یہ ہے عاجزی کی وہ اعلیٰ ترین مثال جو طاقت وفتح حاصل کر لینے کے بعد آپؐ نے دکھائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی اس عاجزی کو کس طرح انعامات سے نوازا۔"

(خطبات مسرور جلد3 صفحہ 156)

یہ مذکورہ بالا غزوات کے واقعات کی روشنی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لازوال اخلاقی نمونوں کی چند روشن مثالیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی کے اخلاق کی اصلاح وتربیت کے لیے جن جن پہلوؤں کی ضرورت ہے، ان سب کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کامل نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل کے ذریعے اخلاقِ فاضلہ کا ایسا اعلیٰ معیار قائم فرمایا جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔

(بتعاون: سیّد اعزاز الدین احمد۔ مربی سلسلہ، انڈیا)

۞۞۞۞